فکر و نظر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دستور میں فوری ترمیم کرکے متفقہ شریعت بل ختم کیا جا رہا ہے'

نویں آئینی ترمیم سرکاری شریعت بل کی منظوری کی سازش ہے!

اسے متفقہ ترمیمی شریعت بل سے ہم آہنگ کئے بغیر منظور نہ کیا جائے

وطنِ عزیز میں اس وقت نفاذِ شریعت کا مطالبہ زوروں پر ہے۔ اور اس سلسلہ میں متفقہ ترمیمی شریعت بل کی منظوری کے لیے جملہ دینی مکاتبِ فکر کا "متحدہ شریعت محاذ" بھی تشکیل پا چکا ہے۔ جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامیانِ پاکستان کو اس اہم مسئلہ پر کافی حد تک منظم کر دیا ہے کہ ملک میں لسانی، گروہی اور سیاسی اختلافات کی بناء پر داخلی امن و امان کا مسئلہ ہو یا خارجی محاذ پر ملک دشمنوں کی جارحیت کا خطرہ، ان تمام مسائل کا واحد حل اس ملک میں شریعت کی عملداری ہے۔ لیکن افسوس کہ نفاذِ شریعت ہی کی راہ میں بری طرح روڑے اٹکائے جا رہے ہیں، اور اس کی بجائے اہمیت انہی عاقبت نا اندیشیوں کو دی جا رہی ہے کہ جن کی بناء پر ملک کا داخلی استحکام برباد، اور اس کے جغرافیائی حالات انتہائی مخدوش ہو چکے ہیں۔

میر کیا سادہ ہیں کہ بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں!

اسلامی دستور کے لیے ملک کے اکتیس جید علمائے کرام کی طرف سے ۲۲ راہنما اصول (بائیس نکات) پیش ہوئے تہائی صدی بیت چکی ہے، لیکن ان کی بنیاد پر اسلامی

دستور وضع نہ کیا گیا۔ بالآخر دستور ۱۹۷۳ء کی اصلاح کے لیے جملہ مکاتبِ فکر کے علماء ہی کی طرف سے شریعت بل کا راستہ اختیار کیا گیا، لیکن گزشتہ ڈیڑھ سال سے یہ بھی تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ عجیب بات یہ کہ یوں تو حکومت اور ایم۔آر۔ڈی باہم برسرِ پیکار ہیں اور ان کی یہ باہمی چپقلش ایک نہ ختم ہونے والی لڑائی کی صورت اختیار کر چکی ہے، لیکن شریعت بل کی مخالفت میں یہ دونوں (حزبِ اقتدار اور حریصانِ اقتدار) بیک آواز اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس لیے کہ شریعت کی عملداری دونوں میں سے کسی کو بھی گوارا نہیں۔ چنانچہ ایم۔آر۔ڈی جہاں شریعت بل کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے، اور نفاذِ شریعت کے مطالبہ کی بجائے "جماعتی بنیادوں پر انتخاب" کی رٹ لگا کر حصولِ اقتدار کی راہیں ہموار کرتے ہیں مصروف ہے، وہاں حکومت اقتدار ہی کو طول دینے کی خاطر، علماء کے متفقہ ترمیمی شریعت بل کے بالمقابل سرکاری شریعت بل تیار کر کے اسے منظور کروانے کی فکر میں غلطاں و پیچاں ہے ——— قابلِ غور امر یہ ہے کہ سرکاری شریعت بل کئی بار اخبارات میں چھپ چکا ہے، اسمبلی میں حکومت کو واضح اکثریت بھی حاصل ہے، اور اپنے اس شریعت بل کو ایجنڈا پر لانے میں حکومت کو کوئی مشکل بھی درپیش نہیں۔ اس کے باوجود اگر اسے تا حال اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت اس کے نفاذ سے قبل اسے دستوری تحفظ مہیا کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو وہ یہ طوفان اٹھائے ہوئے ہے کہ پرائیویٹ شریعت بل دستور کے منافی ہے لہٰذا اسے منظور نہیں کیا جا سکتا، لیکن دوسری طرف وہ سرکاری شریعت بل کو دستور سے ہم آہنگ کرنے کیلئے نویں ترمیم کو انتہائی عجلت میں پاس کرانا چاہتی ہے۔ لہٰذا یہ بات بلا ریب و تردد کہی جا سکتی ہے کہ نویں آئینی ترمیم (موجودہ صورت میں) متفقہ ترمیمی شریعت بل کو سبوتاژ کرنے، اور اس کی بجائے سرکاری شریعت بل کو منظور کرانے کی ایک سازش ہے۔

اس کے برعکس متفقہ ترمیمی شریعت بل کی منظوری بھی اب متحدہ شریعت محاذ کا مطالبہ ہے، لیکن اس کے سامنے مشکل یہ حائل ہے کہ شریعت بل ۱۹۸۵ء میں مجوزہ ترمیمات (جو متفقہ ترمیمی شریعت بل کی صورت میں سامنے آئی ہیں) اس وقت تک اسمبلی میں پیش نہیں کی جا سکتیں، جب تک اسمبلی میں شریعت بل زیرِ بحث نہیں آ جاتا ——— چنانچہ حکومت نے متحدہ شریعت محاذ کی اس مجبوری سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے

اپنا سارا زور نویں ترمیم کے پلڑے میں ڈال دیا ہے، جو در اصل سرکاری شریعت بل ہی کا ایک پرتو ہے، اور جس کی خامیوں کی تفصیل آئندہ سطور میں دیکھی جا سکتی ہے!

علماء کے شریعت بل کا مرکزی تصور یہ ہے کہ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ پر شریعت کی بالادستی قائم ہو۔ اسی طرح ہر قانون اور ہر فقہ بھی شریعتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے تابع ہونی چاہیئے۔ کیونکہ فقہ وہی درست ہوتی ہے جو کتاب و سنّت سے ماخوذ ہو ——— جبکہ سرکاری شریعت بل (جو محدث کی زیرِ نظر اشاعت میں شامل ہے) شریعتِ محمدیؐ کے خلاف اس نظریہ پر مبنی ہے کہ ہر فرقہ کی فقہ کو اس فرقہ کی شریعت قرار دیا جائے۔ اور یوں نہ صرف فرقہ وارانہ تعصبات کو ہوا دے کر انہیں پوری طرح ابھارا جائے، بلکہ ایک شریعت کی بجائے کئی شریعتوں کا نظریہ پیش کر کے شریعتِ محمدیؐ کے کمال اور وحدت پر بھرپور ضرب لگائی جائے۔ بایں ہمہ طعنہ علماء کے شریعت بل کو دیا جاتا ہے کہ اس سے فرقہ واریت کو فروغ حاصل ہوگا۔ حالانکہ اس بل میں "شریعت سے مراد قرآن و سنّت ہیں" جو مسلمانوں کے جملہ مکاتبِ فکر کے لیے نکتہء اتحاد ہیں۔

اس کے برعکس سرکاری شریعت بل میں شریعت کی تعریف "قرآن و سنّت" کی بجائے، "قرآن و سنّت سے ماخوذ "اصول" کر کے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکلیہ نفی کر دی گئی ہے۔ کیونکہ اصول تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، سبھی کے ایک ہیں، پھر سوچنا ہوگا کہ شریعتِ محمدیہؐ کی تخصیص آخر کس بناء پر ہے؟ ——— ظاہر ہے کہ سابقہ تمام انبیاءؑ کو نبی اور رسول ماننے کے باوجود، آج اگر صرف اور صرف شریعتِ محمدیؐ کی اتباع ہم پر لازم ہے، اور صرف آپؐ ہی کا کلمہ پڑھنے کے ہم پابند، تو صرف "اصولوں" کی بناء پر اس کی گنجائش ہی کہاں نکلتی ہے؟ ——— حقیقت یہ ہے کہ سرکاری شریعت بل میں پرویزی فکر کو پوری طرح سمو دیا گیا ہے، جو شریعتِ محمدیؐ کے بالمقابل، حکومت کی مرکزی اتھارٹی (مرکزِ ملّت) کو اللہ اور رسول کے قائم مقام ٹھہرا کر یہ اختیار دیتا ہے کہ جو وہ قانون سازی کرے گی، وہی رعایا کے لیے شریعت ہوگی۔ حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپؐ کا خاتم النبیین ہونا اس طریقہ کے کمال و دوام کی بناء پر ہے، جو آپؐ نے شریعت کے طور پر قرآن و سنّت کی صورت

میں پیش فرمایا ہے ـــــ اس کے برعکس سرکاری شریعت بل میں مذکورہ فکر، حضورؐ کے خاتم النبییّن ہونے کے عقیدہ کی بجائے "نبوت کے تسلسل" کا ایک ایسا نظریہ ہے کہ جس کے تحت اسلام کے نام پر ہر حکومت کی مرکزی اتھارٹی اپنی اپنی شریعت خود وضع کرتی ہے۔ اور یوں ایک شریعت کی بجائے سینکڑوں ہزاروں شریعتیں جنم لیتی ہیں۔ تاہم اس الزام سے بچنے کے لیے صرف یہ کہنا کافی سمجھا گیا ہے کہ "حکومت یہ کام قرآن کے اصول کی بنیاد پر کرے گی"! ـــــ اسی طرح اس اعتراض، کہ اندریں صورت تو شریعتِ محمدیؐ کا عملی طور پر خاتمہ ہو جائے گا، کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "جب تک "اصولِ قرآن" کی بنیاد پر حکومت کی مرکزی اتھارٹی یہ کام مکمل نہیں کرتی، اس وقت تک ہر فرقہ اپنی اپنی فقہ پر عمل پیرا ہو گا" گویا وہی اس کی شریعت ہو گی! "جو انتشارِ ملّت" کا نظریہ ہونے کے باوجود غلام احمد پرویز کا نظریہ "مرکزِ ملّت" ہے، اور جسے یہ کمال وبدرجۂ اتم سرکاری شریعت بل میں سمو دیا گیا ہے!

اس سرکاری شریعت بل کو سیدھی طرح اسمبلی میں پیش کرنے کی بجائے، اس کی منظوری کی کوششیں ایک سازش کے ذریعہ ہو رہی ہیں۔ اور وہ ہے نویں آئینی ترمیم! ـــــ جسے پاس کرانے کے لیے اس قدر عجلت سے کام لیا جا رہا ہے کہ اس کے لیے اسمبلی کے قواعد و ضوابط کا بھی کوئی لحاظ نہیں۔ چنانچہ حکومت نے قومی اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں اسمبلی رولز کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلے نویں دستوری ترمیم کو بحث کے لیے منظور کرایا، پھر اسے اس کی اُن اہم خامیوں کی پردہ دری سے بچانے کے لیے، جو اسے سرکاری شریعت بل کا مکمل نمونہ ظاہر کرتی ہیں، عام بحث کی بجائے ایک "سلیکٹ کمیٹی" کے سپرد کروایا ہے ـــــ یوں ایک طرف علماء کے شریعت بل کی، صرف اس کے دستور کے منافی ہونے کی وجہ سے، شدید مخالفت ہو رہی ہے، لیکن دوسری طرف سرکاری شریعت بل، جو خود بھی دستور کے منافی ہے، کو منظور کرواتے کے لیے نویں آئینی ترمیم بلا ضرورت پاس کرائی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ سینٹ میں اس کی منظوری کے بعد وزیر اعظم جناب محمد خاں جونیجو اور سابق وزیرِ انصاف اقبال احمد خاں (حال وزیر مذہبی امور و جنرل سیکرٹری پاکستان مسلم لیگ) نے اسی کو "شریعت بل"

قرار دیا تھا اور حکومتی حلقوں نے اس خوشی میں باہم مبارکبادیں بانٹی تھیں ——— مسلم لیگ کے باوا، پیر پگاڑا، جو اول روز سے پرائیویٹ شریعت بل کے خلاف گرمجوشی دکھا رہے ہیں، اس "سرکاری شریعت بل" کے متعلق دانتوں میں زبان دبائے بیٹھے ہیں، کہ یہ نویں دستوری ترمیم جہاں متحدہ شریعت محاذ کی تحریکِ نفاذِ شریعت کو سبوتاژ کر دیگی، وہاں نہ صرف دستور کی سیکولر حیثیت باقی رہے گی، بلکہ صدارتی حکم ۱۴ (۱۹۸۵ء) کی رُو سے قراردادِ مقاصد کو جو معمولی سی دستوری اہمیت ملی تھی، اس "خطرے" کا بھی ازالہ ہو جائیگا۔ تاکہ کوئی اس کی بنیاد پر عدالتوں کے ذریعہ اسلام کو دستور میں مؤثر حیثیت نہ دلا دے اور اس کی رُو سے اللہ کی حاکمیت اور کتاب و سنّت کی بالادستی کا حوالہ دے کر کوئی شخص سیکولر دستور کی ہیئت میں تبدیلی لانے کی کوشش نہ کرے، جس کے خلاف ۱۹۷۷ء میں تحریکِ نظامِ مصطفٰےؐ چلائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نویں آئینی ترمیم میں دستور کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ کار سے خارج رکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات سوچنے کی ہے کہ دستور، جو پورے ملک میں جملہ شعبہ جاتِ حکومت اور ذمہ دارانِ حکومت کے اختیارات کا منبع ہوتا ہے، اسے اگر کتاب و سنّت پر پیش کرنے کی اجازت تک نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے کچھ معنی ہی کہاں باقی رہتے ہیں؟ ——— یوں نویں آئینی ترمیم کے ذریعے قراردادِ مقاصد پر سب سے پہلی زد یہ پڑتی ہے کہ جملہ اختیارات کا منبع، دستور، اسلام سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے خیال میں قراردادِ مقاصد کو بے اثر کرنے کے لیے ہی یہ نویں آئینی ترمیم پاس کرائی جا رہی ہے۔

قراردادِ مقاصد ہی کے حوالہ سے دوسری اہم بات یہ ہے کہ قراردادِ مقاصد میں عمومی اقرار کے باوصف خصوصی طور پر پسماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کی بات کی گئی ہے۔ چنانچہ ملک کے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے، اس نکتے کی بناء پر، قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں ملک کے مالیاتی ڈھانچے کا جائزہ لینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ لہٰذا اس کے توڑ کے لیے نویں آئینی ترمیم میں پورے مالیاتی نظام کو اپنے مکمل تحفظات سمیت وفاقی شرعی عدالت کے احکامات کی پابندی سے آزاد رکھا گیا ہے[1] تاکہ اس سرمایہ دارانہ نظام کی "حرمت" کسی طرح بھی پامال نہ ہو سکے

[1] ملاحظہ ہو نویں آئینی ترمیم کی دفعہ ۳-۴، جو شمارہ ہٰذا میں اردو ترجمہ کی صورت میں شاملِ اشاعت ہے۔

اور اس کا "تقدس" بہرحال ملحوظ رہے ـــــــ یہ وہ دوسری زد ہے جو نویں آئینی ترمیم سے قراردادِ مقاصد پر پڑتی ہے!

اب اگر کوئی شخص نویں آئینی ترمیم کے دفاع میں، مذکورہ اعتراض سے اِسے بچانے کیلئے یہ کہے کہ مالیاتی قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیارِ سماعت میں تو رکھا گیا ہے، تو اسے نویں آئینی ترمیم کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے، اسے خود بخود یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس ترمیم میں یہ گورکھ دھندا اولاً توصبر ایوب کے ساتھ عمرِ نوح کا متقاضی ہے، ثانیاً ان جھمیلوں کے باوجود بھی وفاقی شرعی عدالت کو مالیاتی قوانین کے سلسلے میں ماہرین سے مشورہ و تجاویز کے بعد صرف سفارش کا اختیار ہے، حکم کا نہیں! ـــــــ جبکہ اس سفارش کا حال یہ ہے کہ اسلامی مشاورتی کونسل (اسلامی نظریاتی کونسل) سفارشات تو ربع صدی سے کر رہی ہے، مگر ان سفارشات کا جو حشر ہوا، سب کے سامنے ہے! ـــــــ پھر سفارش تو بڑی دور کی بات ہے، یہاں تو حالت یہ ہے کہ جن معاملات میں وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شرعی اپیلیٹ بنچ کو حکم کا اختیار ہے، وہاں بھی حکومت کو عدالت کے ان احکامات تک کی پرواہ نہیں۔ حالانکہ یہ بات توہینِ عدالت کے دائرہ میں آتی ہے۔ اس کی تازہ مثال شفع کا مسئلہ ہے۔ کہ اعلیٰ ترین شرعی عدالت مروجہ قانونِ شفع کو خلافِ اسلام قرار دے چکی ہے، لیکن مقررہ مدت گزر جانے کے باوجود حکومت نے عدالت کی ہدایت کے مطابق نیا قانون تیار نہیں کیا۔ چنانچہ جہاں احکامات کا یہ حال ہے، وہاں سفارشات کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ ـــــــ ہم واضح الفاظ میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ملک کے سرمایہ دارانہ نظام کو نویں دستوری ترمیم مکمل تحفظ مہیا کرتی ہے۔ اور اس کی موجودگی میں جہاں اسلام کی برکات سے فیض یابی ممکن نہیں، وہاں طبقاتی تقسیم کا خاتمہ اور پس ماندہ طبقوں کی بحالی بھی ایک سراب ہے کہ حقیقت سے جس کو دور کا بھی واسطہ نہیں! ـــــــ اور یہ بات اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

یاد رہے کہ آج ملکی دستور اور سرمایہ دارانہ نظام ہی مملکتِ خداداد پاکستان کے اندرونی اور بیرونی دو رخ ہیں۔ اور ہمارے ملک کی افسر شاہی انہی دو چیزوں کے بل بوتے پر اُس نو آبادیاتی نظام کو قائم رکھے ہوئے ہے، جسے نوکر شاہی ذہن کی آسائش کی گاڑی کے دو پہیوں کی حیثیت حاصل ہے۔ اور جس کی وجہ سے آج تک ولایت اور ولایتی

کا تقدس قائم ہے۔ لہٰذا جب تک ملک کا دستور اور اس کا مالیاتی نظام کلمۂ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ" کی بنیادوں پر استوار نہیں ہوتا، پاکستان کی تخلیق کا مقصود حاصل ہو ہی نہیں سکتا —— یہ بات ہم جتنی جلدی سمجھ جائیں گے، اسی قدر ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔

بیچاری قراردادِ مقاصد، جوشِ استقلال میں پاس تو ۱۹۴۹ء میں ہوگئی، لیکن اس کے بعد مسلسل اس کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک روا رکھا گیا۔ چنانچہ پہلے یہ صرف دستور کے دیباچہ میں بالکل غیر مؤثر رہی۔ پھر صدر صاحب کی طرف سے، اس کی بجائے اس کے اصول و شرائط کو دستور کی دفعہ ۲ الف کے ذریعہ مؤثر بنانے کا اعلان کیا گیا، لیکن خود قراردادِ مقاصد کو دستور کا ضمیمہ بنایا گیا، تاکہ اس کی دستوری قوت بالادستی کی نہ ہو۔ اور اب نویں آئینی ترمیم کے ذریعہ اس معمولی سی دستوری تاثیر کے آگے بھی بند باندھے جا رہے ہیں۔ حالانکہ قراردادِ مقاصد سے لادین طبقہ کا یہ خوف محض واہمہ ہے۔ کیونکہ قراردادِ مقاصد دستوری تاثیر کے باوجود صرف مقاصدِ قانون ہیں۔ جنہیں عملی حیثیت ان مخصوص قوانین کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے جو اس غرض سے دستور میں وضع کئے جائیں۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ جیسے مثلاً نویں آئینی ترمیم میں احکامِ اسلام کے نام پر قوانین وضع کرنے کا خاص طریقِ کار متعین کر کے قراردادِ مقاصد کو سرے سے ہی بیکار کر دیا جائے۔

ہم سطورِ بالا میں سرکاری شریعت بل پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بتا چکے ہیں کہ یہ کس طرح مسٹر غلام احمد پرویز کے افکار کی بازگشت ہے۔ اسی طرح نویں ترمیم پر بھی مذکورہ تبصرہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ترمیم قرآن و سنت کی بالادستی کا محض ایک نعرہ ہے۔ جس سے دیندار طبقے کو صرف دلاسہ دیا جا رہا ہے۔ یہ ہرگز شریعت کی بالادستی کے لیے نہیں۔ بلکہ اس کی دفعہ ۲ میں "قرآن و سنت" کے الفاظ کی حیثیت محض اس قدر ہے جو کسی کڑوی دوا پر چینی کی تہہ کی ہوتی ہے۔ چنانچہ نویں ترمیم ایک SUGAR COATED گولی ہے، جس کی پنہاں تلخی کا اندازہ اس کے ان الفاظ سے

لگایا جا سکتا ہے کہ:

"آرٹیکل نمبر ۲ میں "اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہے" کے بعد اضافہ کیا جائے کہ "اور اسلام کے احکام، جیسا کہ وہ قرآن و سنت سے ماخوذ ہوں، اعلیٰ ترین قانون اور راہنمائی کا منبع ہوں گے تاکہ وہ احکام پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے وضع کردہ قوانین کے ذریعے نافذ العمل ہوں اور ان کی روشنی میں حکومت کی پالیسی طے ہو"

ظاہر ہے کہ پہلے قرآن و سنت سے ماخوذ احکامِ اسلام کو بالاترین (سپریم) قانون کہا گیا اور پھر اسی سانس میں بالاترین قانون کو قانون سازی کے لیے منبع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ علماء کو قانون کے حوالے دینے والے اس نویں ترمیم کے مرتبین "احکامِ اسلام کو یہ دونوں مقام دے کر عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں کیونکہ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں ——— احکام اسلام کے بالاترین قانون ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ انہیں خود قانونی حیثیت حاصل ہونی چاہیئے اور یہ قانون سازی کے لیے محض منبع نہ ہوں۔ جبکہ اگر انہیں قانون سازی کا منبع قرار دیا جائے تو یہ خود بالاترین قانون نہ ہوئے۔ لیکن نویں ترمیم میں احکامِ اسلام کے خود بالاترین قانون ہونے کا دعویٰ بھی کیا جا رہا ہے اور قانون سازی کے لئے منبع ہونے کا بھی ——— یوں یہ اجتماع ضدین کا ایک بے مثال شاہکار ہے! ——— مزید دیکھیے کہ قرآن و سنت (کی بجائے 'قرآن و سنت سے ماخوذ احکام') کا عملی نفاذ نہ صرف پارلیمنٹ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے، بلکہ ان احکام اسلام کے تعین کا اہل بھی پارلیمنٹ ہی کو سمجھا گیا ہے، جو مسٹر غلام احمد پرویز کے بقول شریعت ہوگی۔ کیونکہ حکومت کی مرکزی اتھارٹی (پارلیمنٹ وغیرہ) کو وحی سے ماخوذ احکامِ اسلام متعین یا وضع کرنے کے اختیارات بانٹنا انہی کا کارنامہ ہے، جو ان کے بقول اس دور کی شریعت ہوتی ہے۔ لہٰذا نویں آئینی ترمیم وہی سرکاری شریعت بل ہے کہ حکومت نے جسے اسمبلی میں بحث کے لیے پیش کرنے کی بجائے نویں آئینی ترمیم کی صورت میں پاس کرانے کو ترجیح دی ہے۔

حاصل یہ کہ اس وقت اصل اختلاف یہ ہے کہ شریعت محمدیؐ ہو یا سرکاری؟ ——— علماء حضرات قرآن و سنت کی صورت میں شریعتِ محمدیؐ کا مطالبہ کر رہے ہیں، جبکہ حکومت غلام احمد پرویز کے فکر کی روشنی میں سرکاری شریعت کے نفاذ کی سازش

کر رہی ہے، جس کے بیے ذریعہ نویں ترمیم کو بتایا جا رہا ہے۔ لہٰذا نویں ترمیم قرآن و سنت کے علاوہ نہ صرف قراردادِ مقاصد اور علماء کے متفقہ بائیس نکات کے خلاف ایک سازش ہے، بلکہ یہ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں پاس ہونے والی اسلام کے لیے اس متفقہ قرارداد کے بھی خلاف ہے، جو مارشل لاء کے احکام و ضوابط کو جائز قرار دینے کے سودے میں آٹھویں دستوری ترمیم کے وقت، قومی اسمبلی میں حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے مابین معاہدہ کے نتیجہ میں پاس ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کے الفاظ یہ تھے:

The Holy Quran and Sunnah
shall be the Supreme Law of
the country.

کہ "قرآن و سنت ملک کے بالاترین قانون ہوں گے"

یہ الفاظ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ لیکن نویں دستوری ترمیم کو موجودہ صورت میں ڈرافٹ کر کے اس معاہدہ سے یکسر انحراف کیا گیا ہے، جو پارلیمنٹ کے اسلام پسند ارکان کو مطمئن کرنے کے لیے ان سے کیا گیا تھا۔

ممکن ہے کہ نویں آئینی ترمیم کے سلسلہ میں اسلام پسندوں کو پارلیمنٹ کے اختیارِ اجتہاد کا مغالطہ دیا جائے۔ حالانکہ دوسری طرف یہ پروپیگنڈا بھی ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے نامزد ادارہ کو منتخب ارکان پر فوقیت دی جا رہی ہے ——— بہر حال اس بحث سے قطع نظر ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ قرآن و سنت کو مقننہ اور عدلیہ کی اجارہ داری سے آزاد رہنا چاہیئے۔ کیونکہ جب ہمارے مسلّمہ اسلاف ائمہ مجتہدین کی فقہ کو بھی قرآن و سنت پر پیش کیا جا سکتا ہے، تو جدید دور کی مقننہ اور عدلیہ کو یہ مقام کیونکر دیا جا سکتا ہے کہ ان کی تعبیر و اجتہاد حرفِ آخر ہوں؟ ——— یوں بھی عدلیہ کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کا مقصد محض سدِّ نزاع ہوتا ہے جو صرف فریقین پر لازمی ہوتا ہے اگرچہ عدلیہ یا مفتی کے قضاء و اجتہاد کی حیثیت صرف راہنما کی ہوتی ہے، قرآن کے لیے سنت کی حتمی تعبیر والی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جج غلطی بھی کر سکتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَهُ اَجْرٌ" (بخاری)

کہ "حاکم کا اجتہاد اگر درست ہو تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ اور اگر خطاء پر مبنی ہو تو (بھی) اس کے لیے ایک اجر (ضرور) ہے (کہ اس نے مخلصانہ کوشش کی) الخ

مختصراً، قرآن وسنت کی پابندی تعبیرِ دین کے سلسلہ میں کافی ہے۔ اور ہمارے ہاں فقہ و فتاوی نیز اصولِ دین پر مباحث کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ اس کی راہنمائی میں ہر مشکل حالات سے عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے، بشرطیکہ صحیح اجتہاد کی اہلیت فراواں ہو!

سطورِ بالا کی روشنی میں ہماری رائے یہ ہے کہ نویں آئینی ترمیم کو موجودہ صورت میں ہرگز پاس نہ کیا جائے، بلکہ اسے متفقہ ترمیمی شریعت بل سے اس طرح ہم آہنگ کیا جائے کہ شریعت بل کے جملہ دستوری اصلاح وتکمیل کے تقاضے پورے ہو سکیں ـــــ جس کا ایک مشاورتی خاکہ بھی ہم آئندہ صفحات میں دے رہے ہیں جو مسلمان قانون دانوں کی عالمی تنظیم کی طرف سے ارکانِ اسمبلی اور اعلیٰ دانشور حضرات کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ تاکہ نویں آئینی ترمیم کی موجودہ صورت کے متبادل، مثبت تجویز کی صورت میں اس پر غور کر لیا جائے ـــــ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کے سلسلہ میں ہمیں اخلاص سے نوازے ـــــ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ ـــــ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ!

(ھدیٰ)

صرف محصول ڈاک روانہ کر کے مفت طلب فرمائیں!

درج ذیل پمفلٹ:

۱- فقہ کو شریعت قرار دینے کی جسارت
۲- شریعت محمدی یا سرکاری؟

مع: نویں دستوری ترمیم، متفقہ ترمیمی شریعت بل، سرکاری شریعت بل

۳- نویں آئینی ترمیم اور نفاذِ شریعت بل کا باہمی ربط (۴) نویں ترمیم، سرکاری شریعت بل کی منظوری کی سازش! ـــــ ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ادارہ محدث سے طلب فرمائیں۔

حکومت کے زیرِ غور شریعت بل کا متن

اس بل کو منظوری کے بعد نفاذِ شریعت ایکٹ مجریہ ۱۹۸۶ء کہا جائے گا۔

★ ...... یہ سارے پاکستان پر فی الفور لاگو ہوگا۔

شریعت بل کی تعریف۔ شریعت سے مراد اسلام کے وہ تمام اصول ہیں جیسا کہ قرآن و سنت میں درج ہیں۔

شریعت کی بالادستی۔ کسی عدالت کے سامنے کسی معاملے کی سماعت کے دوران کوئی بھی فریق یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ قانون یا قانون کی کوئی شق جس کا سماعت سے تعلق ہے شریعت کے منافی ہے اس لیے اسے وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کیا جائے۔

(وضاحت) اگر کوئی آدمی کسی معاملے کی سماعت کے دوران متعلقہ قانون یا اس کی شق کو خلافِ اسلام قرار دیتا ہے اور اس قانون یا شق کو وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو بھی متعلقہ عدالت میں کیس کی سماعت جاری رہے گی لیکن اگر اس دوران وفاقی شرعی عدالت کوئی فیصلہ کرتی ہے تو وہ متعلقہ عدالت پر لاگو ہوتا ہے۔ اس وضاحت کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ عدالتوں میں زیرِ سماعت مقدمات کو طول دینے کی خاطر یوں ہی اٹھ کر وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کرنے لگیں۔

وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے ہائی کورٹ اور تمام ماتحت عدالتوں پر لاگو ہوں گے۔

★ ..... وفاقی شرعی عدالت کے کسی بھی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے شرعی اپلیٹ بینچ میں اپیل کی جا سکے گی۔

★ ..... وفاقی شرعی عدالت وقتاً فوقتاً رائج الوقت تمام قوانین کا جائزہ لے گی۔ جو قوانین اسلام کے منافی ہوں گے ان کی حد جو اسلام کے مطابق ہوں گی ان کی فہرستیں گزٹ نوٹیفکیشن میں شائع ہوں گی۔ ہر فقہ کے پیرو کاروں کے لیے شریعت ان کی فقہ کے مطابق ہوگی۔